اسلامی نظریاتی کونسل میں مؤرخہ ۱۰ر مئی ۲۰۱۱ء کو سہ روزہ علماء کانفرنس بعنوان ''امت مسلمہ اور اس کو درپیش مسائل ومشکلات'' کا آغاز ہوا جس میں اراکین کونسل، علمائے کرام، سکالرز اور معروف صحافی حضرات نے شرکت کی۔ کانفرنس کی پہلی نشست کی صدارت جناب ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی نے کی۔ جناب مولانا محمد خان شیرانی، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے مہمانان گرامی کو خوش آمدید کہتے ہوئے اپنے افتتاحی خطاب میں اس کانفرنس کے موضوعات کا تعین کیا اور کہا کہ اس مذاکرے کا مقصد وحدت ملت اور وحدتِ انسانیت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کانفرنس میں اس بات کا تعین کیا جائے گا کہ گلوبلائزیشن کے اس دور کے چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے ہمارے پاس حکمت عملی کا کوئی تصور ہے یا نہیں؟ کیا ہمارے پاس بین الاقوامی برادری کی وحدت کے لیے کوئی پلان موجود ہے؟ آج امت کی مشکلات کیا ہیں؟ یہ مشکلات کہاں سے پیدا ہوئیں؟ ان کا حل کیا ہے؟

جناب مولانا عبدالعزیز حنیف نے کہا کہ اس وقت پوری انسانیت اتنی مشکلات سے دوچار نہیں جتنی مشکلات امت مسلمہ کو درپیش ہیں۔ امت کے مسائل کی بنیادی وجہ امت کے اندر وحدت کا فقدان ہے۔ امت کے لیے اختلاف سے بچنے کا واحد نسخہ حضورؐ اور خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی ہے۔ جناب ڈاکٹر حسین احمد پراچہ نے کہا کہ امت مسلمہ کا سب سے بڑا مسئلہ خودمختاری کا فقدان ہے۔ اس کے علاوہ امت کے مسائل میں غربت، جہالت، افلاس، ملوکیت، آمریت، بے مقصد امارتیں بھی شامل ہیں۔ مفتی شاہ حسین گردیزی نے کہا کہ ہمارا

نقص اجتماعیت میں ہے نہ کہ انفرادیت میں اور علماء کو چاہیے کہ حکومت کی اصلاح کرے۔ جناب ڈاکٹر سہیل حسن کے مطابق امت مسلمہ کا معیارِ تعلیم رو بہ زوال ہے اور تعلیم ایک کاروبار بن چکا ہے۔ دینی و دنیاوی تعلیم کے درمیان فرق کو مٹانا ضروری ہے۔ جناب مفتی طاہر مسعود نے علماء پر زور دیا کہ وہ مسالک کی بجائے اسلام کی نمائندگی کریں۔ فروعی اختلافات کو درس و تدریس اور علمی مذاکرات تک محدود رکھا جائے۔ منبر و محراب پر اتفاقی باتوں کو بیان کیا جائے۔ جناب خورشید ندیم نے فرقہ واریت، انتہا پسندی (عملی وفکری)، جمود اور علم دین اور دینی اخلاقیات میں بُعد کو امت مسلمہ کے مسائل و مشکلات قرار دیا۔ جناب قاضی محمد ظہور الحسین نے کہا کہ ہمیں فروعی اختلافات میں نہیں الجھنا چاہیے اور اصولی اختلافات میں دلائل کا سہارا لینا چاہیے۔ اس طریقے سے امت مسلمہ ایک بار پھر متحد ہو سکتی ہے۔ نیز علماء ایسے بیانات جاری کرنے سے اجتناب کریں جن سے امت تقسیم در تقسیم کا شکار ہو۔

جناب ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ امت مسلمہ کا اتحاد تمام مسلمانوں کی خواہش ہے۔ فروعی مسائل کو سٹیج کا موضوع نہ بنایا جائے بلکہ متفقہ مسائل پر گفتگو ہونی چاہیے۔ علماء کا کام ہے کہ وہ امت کو جوڑیں اور انہیں وحدت کا درس دیں۔ امت کی وحدت علماء کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ منبر و محراب کو افتراق کی بجائے اتحاد کا ذریعہ بنایا جائے اور ان سے وحدت اور محبت کا درس دیا جانا چاہیے۔

جناب مولانا محمد خان شیرانی نے کانفرنس کے پہلے سیشن سے اپنے اختتامی کلمات میں علماء و مقررین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ بدقسمتی سے عالم اسلام میں عوام، علماء اور حکمران مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ امت مسلمہ کے حکمران عوام کے نمائندگان ہونے چاہئیں۔

بعد از دوپہر کانفرنس کے دوسرے سیشن سے خطاب کرتے ہوئے جناب عبدالکریم اثری نے کہا کہ قرآن پاک ہمیں درس دیتا ہے کہ جب مشکل درپیش ہو تو صبر سے کام لو اور صلوٰۃ سے کام لو۔ مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان قرآن کریم کے قریب آ جائیں۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز نے کہا کہ آج عالمگیریت کا دور ہے۔ چنانچہ سرحدات کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی جو آج سے چند سال پہلے تھی۔ آج کی دنیا دو قطبی کی بجائے یک قطبی ہے۔ آج کے تناظر میں امت مسلمہ کے مسائل کا حل، لائحہ عمل اور ترجیحات متعین کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر یوسف فاروقی نے کہا کہ حضورؐ نے انسان کی فکری اصلاح اور رویے کی درستگی پر زور دیا ہے۔ آپؐ نے اصلاح کے عمل کا فروغ عقیدے کی تعلیم کے ذریعے فرمایا۔ توحید، رسالت، مآب سے ہمارا تعلق، اسوۂ حسنہ اور اسے اپنانے کے بارے میں امت کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ جناب علامہ سید حافظ ریاض حسین نجفی نے کہا کہ رسولؐ اللہ نے مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد

وہاں چھوٹی سی مسجد قائم فرمائی اور اسے مسلمانوں کا مرکز بنایا۔ اسلام کی اساس کلمہ توحید ہے۔ اگر ہمارے دلوں میں توحید پیدا ہو جائے تو ہم میں نہ چودھراہٹ اور نہ ہی غرور پیدا ہوگا۔ اسلام لوگوں کے دلوں میں الفت و محبت پیدا کرتا ہے ہمیں اپنے کردار سے ثابت کرنا ہوگا کہ ہم تمام امتوں سے افضل ہیں۔ جناب ولی خان مظفر نے کہا کہ آج اسلام کو کئی چیلنجوں کا سامنا ہے۔ آج کے زمانے میں سب سے زیادہ ضرورت دعوت کی ہے اور امت کی ازسرِ نو تشکیل کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب مولانا محمد صدیق ہزاروی نے کہا کہ اس وقت ہماری مشکلات کی سب سے بڑی وجہ ہمارا سیاسی نظام ہے۔ امام غزالی کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا ہزاروی نے مزید کہا کہ سیاست لوگوں میں انس پیدا کرتا ہے اور اس کے لیے نہایت قابل افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اصل سیاست انبیائے کرام کی خلافت و نیابت ہے۔ جناب مولانا فضل علی نے کہا کہ امت میں وحدت کی آج جتنی ضرورت ہے، اتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ ہمارا نظام تعلیم مکمل تبدیلی کا متقاضی ہے جس کا صنعت سے کوئی تعلق نہیں ہے جو محض پڑھے لکھے بیروزگار پیدا کر رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن نے کانفرنس کے دوسرے سیشن میں اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ آج تمام پاکستانیوں کو قومی شرمندگی کا سامنا ہے۔ ہم اس وقت اپنے آپ کو ایک قابل فخر ملک کی حیثیت سے پیش نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنے عروج و زوال کا تاریخی جائزہ لینا چاہیے۔ اسلام نظریاتی قومیت کا فلسفہ پیش کرتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہر مسلمان ملک کسی نہ کسی بلاک میں شامل ہے۔ آخر ایک مسلم قومیت کا وجود کب عمل میں آئے

گا؟ اسلامی نظریاتی کونسل ایک ایسی کمیٹی تشکیل دے جو پورے ملک کے لیے ایک نصاب تعلیم اور ایک نظام تعلیم وضع کرے۔

جناب مولانا محمد خان شیرانی نے کانفرنس کے پہلے روز کے دوسرے سیشن میں اپنے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ امامت، خلافت، سلطنت، ملکومیت کی اصطلاحات جو سیاست کی دنیا سے منسلک ہیں ان کی وضاحت ضروری ہے۔ دینی فراست سے چیزوں کو پرکھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں جذباتیت کو چھوڑ کر تاریخی تناظر میں دینی تعلیمات کی روشنی میں علمی انداز میں حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔

مؤرخہ ۱۱ رمئی ۲۰۱۱ء کو سہ روزہ علماء کانفرنس بعنوان ''امت مسلمہ اور اس کو درپیش مسائل و مشکلات'' کے دوسرے دن کی دو نشستوں کا اہتمام کیا گیا۔ دوسرے دن کی پہلی نشست کی صدارت جناب علامہ شیخ محمد حسین نجفی نے کی۔ ان کے علاوہ اس نشست سے خطاب کرنے والوں میں جناب مولانا محمد خان شیرانی، چیئرمین، اسلامی نظریاتی کونسل، جناب قاضی احمد جان، جناب مفتی غلام مصطفیٰ رضوی، جناب قاری محمد حنیف جالندھری اور دیگر اکابر علماء کرام شامل تھے۔ مہمانان گرامی کی قدم رنجی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے جناب مولانا محمد خان

شیرانی، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے خطبۂ استقبالیہ کے دوران سوالات اٹھاتے ہوئے کہا کہ امت میں انتشار کی وجوہات کیا ہیں؟ کیا عوام، علماء، سیاست دانوں کی وجہ سے انتشار ہے؟ اگر ایسا نہیں تو معاشرے میں انتشار کے عوامل کیا ہیں؟ جہاد اور دہشت گردی میں فرق کیا ہے؟ کیا ہم آزاد ہیں؟ اگر نہیں تو آزادی کی تعریف کیا ہے؟ آزادی اور تقسیم (ہندوستان) کے درمیان کیا نسبت ہے؟ انہوں نے علماء پر زور دیا کہ وہ آج کی محفل میں ان موضوعات پر غور کریں اور ان سوالات کے جوابات کی نشاندہی کریں۔

جناب ڈاکٹر عبدالرشید نے کہا کہ امت میں انتشار کی وجہ علماء یا حکمران ہیں، عوام نہیں، کیونکہ عوام محض ان کی پیروی کرتے ہیں۔ حجۃ الوداع کے نقاط کی پیروی کرنے سے امت میں انتشار ختم ہوسکتا ہے۔ بدقسمتی سے حکمرانوں نے مذہب کی بنیاد پر انتشار پیدا کیا۔ امریکہ نے ۳۵ ممالک پر امن کے خطرے کے بہانے سے حملے کیے ہیں۔ مسلمانوں کو امن کا ماڈل بن کر دنیا کو باور کرانا چاہیے کہ اسلام ہی امن کی ضمانت ہے۔

جناب مفتی زکریا نے کہا کہ پاکستان کا قیام اسلامی نظام کے قیام کے لیے کیا گیا تھا۔ آج ہم اس مقصد سے بہت دور ہٹ گئے ہیں۔ آج غربت، بھوک اور خوف کا ہر طرف راج ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو قرآن کریم کی آیات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اختلاف اور انتشار کی وجہ سے صراطِ مستقیم سے دور ہٹ گئے ہیں۔ علماء صحیح معنوں میں ارباب اختیار کو نصیحت کریں۔

جناب مفتی محمد ابراہیم قادری نے کہا کہ انتشار کے ذمہ دار حکمران، علماء اور عوام بھی ہیں۔ انتشار کی ایک جہت فرقہ واریت اور مذہبی انتہا پسندی بھی ہے۔ ۱۹۸۲ء سے پہلے عدم برداشت ہمارے معاشرے میں نہیں تھی۔ آمریت کی وجہ سے فرقہ واریت اور انتہا پسندی کو ہوا ملی۔ دلیل کی جگہ گولی نے لے لی۔ ایک مسلک کے شخص کو دوسرے کے مسلک اور عقیدے کا ادراک نہیں ہوتا۔ فرقہ واریت کی آگ میں بیرونی دشمنوں کا بھی ہاتھ ہے اس ملک میں افتراق اور باہمی خانہ جنگی کی آگ لگا رہے ہیں۔ پاکستان کو بیرونی دشمنوں سے زیادہ اندرونی دشمنوں اور آلہ کاروں سے خطرات لاحق ہیں۔ آج کے رہبر رہزن ہیں۔ دوسرے مسالک کے وجود کا احترام کیا جائے اور دوسرے مسالک کا سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ ووٹ کے صحیح استعمال کا شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب مولانا محمد راغب حسین نعیمی نے کہا کہ انتہا پسندی ایک ذہنی کیفیت ہے جس میں انتہا پسند فرد دوسرے

لوگوں کو اسلام کے دائرے سے باہر سمجھتا ہے جو اسے تشدد پر مائل کرتا ہے۔ اسلام میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں۔ دین کے معاملے میں غلو سے اجتناب کی ضرورت ہے۔ اسلام، معاذ اللہ، دہشت گرد نہیں لیکن اسلام میں دہشت گرد عناصر داخل ہو چکے ہیں۔ انہوں نے گلہ کیا کہ دیگر مسالک کے علماء بتدریج طالبانائزیشن کے خلاف مہم میں مفتی سرفراز نعیمی شہید کا ساتھ چھوڑتے چلے گئے اور وہ اس میدان عمل میں اکیلے رہ گئے۔ اگر دیگر مسالک کے لوگ ان کا ساتھ نہ چھوڑتے تو طالبان کی تشدد، انتہاء پسندی اور عدم برداشت پر مبنی تحریک کو ختم کیا جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر فاروق خان کو بھی شہید کر دیا گیا جو انتہا پسندوں کی نفسیاتی بحالی کا کام کر رہے تھے۔ قبائل کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے شہداء کا بدلہ لینے کے لیے بم دھماکے کر رہے ہیں یہ تاثر بالکل غلط ہے کیونکہ بم دھماکے ملک کے دوسرے حصوں میں بھی ہو رہے ہیں۔ ملک کے دوسرے حصوں کے لوگ کیوں اپنے شہداء کا بدلہ نہیں لیتے؟ دہشت گردی کے تربیتی کیمپ، جہاں بھی ہوں، انہیں بند کیا جانا ضروری ہے۔

معاشی خوشحالی، جلد انصاف کی فراہمی، میڈیا کا ذمہ دار کردار، بیرونی مذہبی مداخلت بند ہونی چاہیے، دینی اداروں کی اصلاح ہونی چاہیے، فرقہ واریت، مذہبی منافرت کی تعلیم بند ہونی چاہیے۔ برداشت کے کلچر کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ انٹیلی جنس کے اداروں میں باہمی معاونت کی ضرورت کا ادراک کیا جانا چاہیے۔ بیرونی ملک سے آنے والے افراد کو ہر طرح سے چیک کیا جانا انتہائی ضروری ہے۔

جناب حضرت علامہ سید سعید احمد شاہ گجراتی نے کہا کہ امت کو فکری تربیت کی ضرورت ہے۔ ہمیں پیدائشی مسلمان ہونے کی بجائے تحقیق کی بنیاد پر مسلمان بننے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھنا پڑے گا کیونکہ مسلمانوں کے پاس وہ ٹیکنالوجی نہیں جو مغربی دنیا کے پاس ہے۔ مذہبی انتہا پسندی کے ساتھ ساتھ سیکولر انتہا پسندی کا خاتمہ بھی ضروری ہے۔ پاکستان میں اعتدال کے کلچر کے فروغ کی ضرورت ہے۔ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے لیبل کو ختم کرنے کے لیے صوفیاء کی تعلیمات کی پیروی ضروری ہے۔

جناب ڈاکٹر سعید الرحمٰن نے کہا کہ اسلام کے حوالے سے ہمارا نقطہ نظر اور رویہ محض جواب دینے تک محدود نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں گروہیت سے بالاتر ہو کر سوچنا چاہیے۔ ہمیں اس دنیا میں انسانوں کو انسان کی غلامی سے نجات دلانا چاہیے اور اللہ کی بندگی کی طرف لانا چاہیے۔ زمین کے تمام خزانے کسی خاص طبقے کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے ہیں۔ مسلمانوں کی فتوحات اور آج کی استعماری طاقتوں کے حملوں میں فرق یہ ہے کہ

مسلمانوں نے مفتوح لوگوں کے وسائل انہی کے اوپر خرچ کیے اور انہیں تعلیم، آگاہی اور تہذیب سے روشناس کرایا۔ امت مسلمہ کو اپنی تاریخ کا شعور حاصل کرنا چاہیے۔ ہمیں دفاعی انداز فکر سے نکل کر اقدامی پالیسی اپنانی ہوگی۔

جناب ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق سکندر نے کہا کہ امت کے مسائل کے حل کے لیے آسان ترین طریقہ اسوۂ حسنہ ہے۔ آج امت کو جوڑنے اور متحد کرنے کی ضرورت ہے۔ علماء کو امت کی تعلیم و تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ مطالعے میں وسعت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور امت کو دنیا کے سامنے ایک رول ماڈل بن کر سامنے آنا چاہیے۔ تعصب کا خاتمہ کرنے کی ضرورت ہے۔ امت کو درپیش مسائل جمعہ کے خطبوں میں زیر بحث ہونے چاہئیں۔ علماء کے عمل اور اخلاق سے دوسروں پر اثر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

مولانا عبدالعزیز نے کہا کہ اگر ہم ظلم سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پہلے خود ہمیں ظلم کو ترک کرنا ہوگا۔ مسلمانوں کو دبانے اور لڑانے کے لیے مصنوعی طور پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے۔ امت کو اپنے اعمال درست کرنے کی ضرورت ہے۔

سیشن کی پہلی نشست کے صدر نشین جناب علامہ شیخ محمد حسین نجفی نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ آج جو اقتدار اوروں کے پاس ہے وہ مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج مسلمان تارک قرآن بن چکے ہیں۔ ہم نے قرآنی اصول بھلا دیئے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کی سیرت کو بھی بھلا دیا ہے۔ علماء زر کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور حکمران اپنی کرسیاں بچانے کے درپے ہیں۔ ہمیں پہلے انسان بننے کی ضرورت ہے اس کے بعد ہی ہم مسلمان بن سکیں گے۔ مذہب آپس میں مخالفت اور لڑائی جھگڑا نہیں سکھاتا۔ اختلاف رائے کو مخالفت اور لڑائی کا سبب نہیں بننا چاہیے۔ دین کے نام پر لڑنے مرنے کا کوئی جواز نہیں۔ علماء کو محبت کا پیغام پھیلانا چاہیے۔

اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل جناب مولانا محمد خان شیرانی نے کہا کہ علماء نے انتہائی مفید مشوروں سے نوازا۔ ہمیں عقیدے اور فقہی مسائل کی بنیاد پر مشکلات کا سامنا ہے، ہمیں اخلاقی بنیادوں پر مسائل کا سامنا نہیں۔ ذاتی زندگی کی بجائے اجتماعی زندگی کی تشکیل میں ہمیں چیلنجوں کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کانفرنس کی آمدہ نشستوں میں ان مسائل پر غور جاری رہے گا اور ان کے حل کی دریافت کی کوشش کی جائے گی۔

سہ روزہ کانفرنس کے آخری دن یعنی مؤرخہ ۱۲ مئی ۲۰۱۱ء کو پروفیسر عبدالقدوس درانی صاحب نے کہا کہ بین الاقوامی ریشہ دوانیوں، اندرونی خلفشار کے علاوہ غربت اور افلاس بھی انتہا پسندی اور دہشت گردی کی ایک وجہ ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ پسماندگی دور کرے۔ مولانا سجاد صاحب نے کہا کہ مغربی دنیا نے اسلام اور سیاست کو الگ کر کے دنیائے اسلام میں فتنہ برپا کیا ہے۔ رکن کونسل محترمہ شاہدہ اختر علی صاحبہ نے کہا کہ جب تک تمام اسلامی ممالک مل کر اپنی آزاد معاشی پالیسی مرتب نہیں کرتے ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ مسلمان ممالک کے قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے کا بہانہ ہے۔ رکن کونسل محترمہ صبیحہ قادری صاحبہ نے زور دیا کہ پاکستان کا نظام زکوٰۃ درہم برہم ہے اسے درست کیے بغیر غریب لوگوں کی حالت میں تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔ زکوٰۃ کی مد میں بہت بڑی رقوم بینکوں میں پڑی ہیں۔ سودی نظام کو معیشت سے نکال دینا چاہیے۔ علماء کو چاہیے کہ جہاد کے مسائل عوام کے سامنے واضح کریں۔ جہاد کا مقصد امن و امان کا قیام ہے بدامنی کا فروغ نہیں۔ جناب ضمیر احمد ساجد صاحب نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کے نمونے پر مرکزیت قائم کرنا ہوگی تاکہ اتحاد کو فروغ حاصل ہو۔ انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ مسلمان ممالک کے آپس میں معاشی و دفاعی تعاون اور معاہدے موجود نہیں ہیں۔ طبقاتی نظام تعلیم ختم کیا جائے۔ عصبیت چاہے لسانی ہو، صوبائی ہو یا سیاسی اس سے ہم کمزور ہوئے ہیں۔ رکن کونسل جناب غلام مصطفیٰ رضوی صاحب نے کہا کہ لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع

روشن کر کے اور حضور اکرمؐ کی سیرت پر عمل کر کے ہر مشکل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ جناب ثاقب اکبر نے کہا کہ آپس میں اتحاد کے ذریعے ہم مغربی طاقتوں کے غلبے کا توڑ کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے فرمایا کہ ہم اسلامی کلچر کے فروغ اور دوسروں کی بجائے اپنی تہذیب وتمدن کو اپنا کر ترقی کر سکتے ہیں۔

جناب جسٹس رضا خان نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل اپنے طور پر بھی کسی مسئلہ پر غور کر کے حکومت کو سفارش کر سکتی ہے۔کونسل کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھالنے میں مدد فراہم کرنے کے لئے سفارشات پیش کرے۔کونسل کی سالانہ رپورٹ میں موجود سفارشات پر حکومت دو سالوں کے اندر قانون سازی کرنے کی پابند ہے۔ اگر حکومت کونسل کی سفارشات کی بنیاد پر قانون نہ بنائے تو ایسا کرنا آئین کی خلاف ورزی ہے۔ علامہ ڈاکٹر شریف سیالوی صاحب نے کہا کہ ہم اسلام کے عملی اطلاق کو نظرانداز کرتے ہوئے محض فکری باتیں کرتے ہیں۔ سید افتخار حسین نقوی نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور ہمارے رہبر حضور اکرمﷺ ہیں۔آج کی ضرورت ہے کہ علماء کے آپس میں روابط بڑھنے چاہئیں۔

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ قدرتی وسائل و ذرائع مسلمانوں کے پاس ہیں، لیکن امت کی باگ ڈور مغرب کے ہاتھ میں ہے اس لئے دنیا بھر میں امت مسلمہ زیادہ مشکلات سے دوچار ہے، ہمارے مسائل کے ذمہ دار ہم خود ہیں، افتراق و انتشار، تعلیمی پسماندگی، کرپشن و بدعنوانی، ظلم و ناانصافی، طبقاتی تفریق، اجتہاد کے نام پر تجدد وتحریف، جہاد و دہشت گردی میں فرق نہ کرنا ہمارے بنیادی مسائل ہیں۔ جناب علامہ ڈاکٹر محمد اشرف جلالی نے کہا کہ امت کا سب سے بڑا مسئلہ اصلاح نظام ہے جسے سیاست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لفظ سیاست کو غلط مفہوم میں استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ علماء کو سیاست میں آنا چاہئے، اسلامی تعلیمات کے ذریعے ہی معاملات کو درست کیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال نے کہا کہ دہشت گردی کے نام پر پوری دنیا کا امن تباہ ہو رہا ہے اور معیشتیں بھی متاثر ہو رہی ہیں۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ بندوق کی بجائے دلیل کا سہارا لیا جائے۔ تمام فرقے ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کرتے ہوئے اپنی اپنی تعلیمات پر عمل کریں۔ جناب مولانا زاہد الراشدی نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ عالمی برادری میں ہماری کوئی امتیازی حیثیت نہیں ہے اور کوئی ہمیں عزت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ ہماری قومی خودمختاری پامال ہو رہی ہے، دہشت گردی بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن واحد مسئلہ نہیں، مہنگائی بھی بہت بڑا مسئلہ ہے، معاشی عدم توازن خوفناک حد تک پہنچ گیا ہے۔ سہ روزہ کانفرنس کے اختتام پر پیغام دیتے ہوئے چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے فرمایا کہ امت مسلمہ کی مشکل اس دن سے شروع ہوئی ہے جب برصغیر پر انگریز نے قبضہ کیا تقسیم کے بعد پڑوسی ملک افغانستان میں پہلے روسی جارحیت اور بعد میں امریکی جارحیت نے مسلم امہ کے مسائل ومشکلات میں بے پناہ اضافہ کیا اور اس وقت امت مسلمہ اندرونی مشکلات کا سامنا کرنے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی مشکلات میں بھی گھری ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین نے شرکاء کو یقین دلایا کہ ان کی انتہائی سود مند تجاویز پر مبنی ایک مفصل رپورٹ کونسل کے ریسرچ ونگ کی طرف سے تیار کی جائے گی جو بعد میں کونسل کے اجلاس میں اس کی منظوری کے لیے پیش کی جائے گی۔ آخر میں چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل جناب مولانا محمد خان شیرانی نے اپنے اختتامی کلمات میں علمائے کرام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم دلیل کے میدان میں کسی سے پیچھے نہیں، دشمن نے مادی اور الہامی تعلیمات کو علیحدہ کیا ہے کیا ہم اس مسلط کردہ فاصلے کو ختم نہیں کر سکتے؟ نظام قرآن وسنت کے مطابق ہو، قانون سازی اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر ہو، مذہبی وسیاسی جماعتیں متحد ہو جائیں تو ملک و معاشرہ میں اتحاد قائم ہو جائے گا۔